

المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی کی ہے جو اس جگہ پر خود بخود ظاہر ہوئی ہے نہ کسی نے یہ تصویر بنائی ہے نہ سرسری دیکھنے سے نظر آتی ہے عام حالات میں یہ دیوار ہی ہے لیکن اس طرح غور سے نظر جمانے سے سلطان صلاح الدین ایوبی کی یہ شکل ابھر کر سامنے آتی ہے۔ واللہ عالم بحقیقتہ الحال۔ ہاں یہ تو ذکر کرنا یاد ہی نہ رہا کہ مسجد اقصیٰ کے جس حصہ میں نماز ادا کی جاتی ہے اس سے متصل زینیوں کے نیچے کے حصے میں اترے۔ بتایا گیا کہ یہ اصل وہ مسجد ہے جس کو جنات نے تعمیر کیا ہے۔ نہایت بڑے بڑے بھاری پتھر کے ان کو دیکھ کر ہی ان کے وزنی اور بھاری ہونے کا اندازہ ہوتا ہے انسانوں کے بس کا نہیں لگتا کہ کئی لوگ مل کر بھی کسی ایک پتھر کو ہلا بھی سکیں۔ اسی لئے یہ کام جنات سے لیا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد شریف کی تعمیر جنات سے کرائی۔ اس مسجد شریف کے چاروں طرف پورا شہر آباد ہے۔ پورے شہر کا نام بیت المقدس ہے اور شہر کے چاروں طرف اوپھی اور لمبی چوڑی دیوار اور فصیل ہے پہلے زمانے میں شہروں سے چاروں طرف فصیل آتی تھی اور متعدد دروازے مختلف اطراف میں ہوا کرتے تھے۔ وہی صورتحال یہاں ابھی تک قائم ہے۔ یہ بات شروع میں ہی عرض کی جا چکی ہے کہ مسجد شریف پر بہت سے ادوار گزرے، کبھی ایمان والوں کے قبضے میں، کبھی عیسائیوں اور کبھی بخت نصر جیسے بادشاہوں کے قبضے میں۔ اہل ایمان نے جب اس کو واپس حاصل کیا تو اس کو پھر سے توحید کے نغموں نماز اور اعمال سے آباد کیا۔ اسی حصہ میں ایک مسجد عبدالملک بن مردان بادشاہ کی بھی ہے۔ بتایا گیا کہ جب عیسائیوں نے بیت المقدس کو فتح کیا تو اس مسجد کے ایک حصہ

از: محمد رحمت اللہ

ابتدائیہ

بیت المقدس کی زیارت قسط پنجم

(نوٹ: تسلسل کے لئے النور کا جنوری، فروری والا شمارہ ملاحظہ کریں۔)

بہر حال مسجد اقصیٰ شریف میں نماز کی سعادت کے حصول کے ساتھ ساتھ قبة الصخرہ اور اس کے نیچے غار میں بھی نماز کی توفیق نصیب ہوئی۔ یہاں بھی زائرین کی بھیڑ اسی طرح دکھائی دیتی ہے اور ایک کے بعد ایک باری کا انتظار کرتے ہیں جس طرح سے لوگ حرم شریف مکہ میں خطیم کے اندر یا مسجد شریف ببوی علی صالحہ الصلوٰۃ والتسلیمات میں ریاض الجنة میں باری کا انتظار کر کے ہی مختصر جگہ اور مختصر وقت میں نماز ادا کرتے ہیں حسب گنجائش نوافل ادا کر کے سمجھی رفقاء واپس متعینہ مقام پر آگئے۔ غار سے اوپر آنے کے بعد رہبر سمجھی کو جمع کرنے کے لئے ایک طرف قبلہ روکھڑے تھے جب سمجھی جمع ہوئے تو انہوں نے قبة الصخرہ کی سامنے والی دیوار کی جانب غور سے نظر جمانے کو کہا سنگ مرمر کی اس دیوار کو جب سمجھی لوگوں نے غور سے دیکھا تو محیر العقول منظر یہ سامنے آیا کہ اس سنگ مرمر میں چھٹ سے متصل مگر دیوار پر ایک شکل دکھائی دی۔ لیکن یہ شکل کافی غور سے دیکھنے کے بعد سمجھی میں آتی ہے بادی النظر میں وہ دیوار ہی دکھائی دیتی ہے۔ بتایا گیا کہ یہ شکل فاتح بیت

الصخرہ کے سامنے مغرب کی طرف ایک بند کمرے میں تدفین ہوئی۔ اس کمرے کے باہر لکھا ہوا ہے کہ یہ مجاہد عظیم مولانا محمد علی جوہر کی قبر ہے۔ مجرہ بند تھا اس لئے رفقاء نے باہر سے ہی کھڑے ہو کر ایصال ثواب کیا۔

دوسری جانب کو آگے بڑھ کر ایک بلند رووازہ کی عمارت میں مسلم بچوں کے لئے سکول بھی قائم ہے۔ اس سکول میں بیت المقدس کے بچے اور ان کے اساتذہ کے ماحول کی چھلپیل ایسی ہی نظر آتی ہے جیسے بر صغیر میں کسی پرائیویٹ یا مسلم اوقاف ادارے میں پائی جاتی ہے۔ بچوں کا شور و غونما، دوڑ بھاگ، اساتذہ کا ان کے ساتھ آنا جانا ساری چیزیں منوس ہی نظر آئیں۔

اسی فضیل سے باہر قبرستان ہے اس قبرستان میں فضیل کے قریب و عظیم الشان صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کی مبارک قبریں بھی ہیں جن پر کتبے بھی لگے ہوئے ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک ایک کونہ پر اور اس سے ذرا سا ہٹ کر معمولی فاصلے پر حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کی مبارک قبر ہے۔ دونوں حضرات کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور پورے قبرستان کو بھی ایصال ثواب کیا گیا۔ اس طویل و عریض کمپلکس سے باہر بازاروں سے گذرتے ہوئے فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی کی مسجد اور خانقاہ میں آئے۔ ان کا جرہ بھی کھلا ہوا تھا۔ رہبر نے اس کی بھی زیارت کرائی اور یہ بتایا کہ اسی جگہ سلطان اعتکاف بھی کیا کرتے تھے۔ تھوڑے فاصلہ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کو گھوڑوں کا اصطبل بنادیا۔ چنانچہ کچھ نشانات ایسے دکھائے گئے جن سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں پر گھوڑے باندھے جاتے تھے۔ وہ خلوت خانہ جس کا تذکرہ سابق میں قرآن پاک کے حوالہ سے کیا گیا جس کو آیت مبارکہ میں محراب کے لفظ سے تعبیر کیا گیا اس میں مشہور پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ابتدائی دور میں عبادت کرتی تھی۔ اس طرح سے محراب ذکر کیا گیا مسجد شریف میں ہی شامل ہے اور لوگ ان جگہوں پر جا کر نوافل بھی ادا کرتے ہیں۔

دوسری جانب اسی احاطہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر ہے لیکن بند ہے وہاں پر بھی باہر سے ہی سلام عرض کیا گیا۔ ان کے قریب حضرت مریم علیہ السلام اور حضرت صفیہ بنت عمران کی قبر بتائی گئی۔ ان کی خدمت میں بھی سلام عرض کیا گیا۔

اسی احاطہ میں دوسری طرف مولانا محمد علی جوہر کی قبر بھی بتلائی گئی۔ مولانا محمد علی جوہر دہلی کے قریب بجور کے رہنے والے تھے۔ مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے بعد آکسفورڈ لندن میں تعلیم حاصل کی۔ ہندوستان واپسی پر بڑے عہدوں پر افسری کے فرائض انجام دئے۔ ملازمت چھوڑ کر انگریزی اخبار کا مرید نکلا۔ علیگڑھ یونیورسٹی کی خدمت کی۔ لیکن انگریزوں کے خلاف ترک موالات اور عدم تعاون کی تحریک میں شریک ہوئے۔ علیگڑھ کے بجائے دلی کے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے پابندیوں میں ہوئے۔ مشہور تحریک خلافت کے لئے یورپ کے وفد میں شریک ہوئے۔

۱۹۳۰ء میں برطانیہ گول میز کا فنس میں شرکت کے لئے پہنچے اور اسی سفر میں جنوری ۱۹۳۱ء میں وفات ہوئی۔ ان کی نعش مصر ہوتی ہوئی بیت المقدس لاٹی گئی اور قبة

وسقیمها و بدیها و سایر ملتها انه لا یسكن کنایسهم ولا تهدم ولا ینتقض منها ولا من خیرها ولا من صلبهم ولا من شئ من اموالهم، ولا یکرھون على دینهم، ولا یضار احد منهم، ولا یسكن بایلیاء معهم احد من اليهود، وعلى اهل ایلیاء ان یعطوا الجزية كما یعطى اهل المدائن، وعلیهم ان یخرجوا منها الروم واللصوت فمن خرج منهم فهو امن على نفسه و ماله حتى یبلغوا مأمنهم، ومن اقام منهم فهو امن، وعلیه مثل اهل ایلیاء من الجزية، ومن احباب من اهل ایلیاء ان یسیر بنفسه و ماله مع الروم و يخلی بیعهم و صلبهم فانهم امنون على انفسهم وعلى بیعهم و صلبهم حتى یبلغوا مأمنهم، وعلى ما فی هذا الكتاب عهد الله، و ذمة رسوله، و ذمة الخلفاء، وذمة المؤمنین اذا اعطوا الذی علیهم من الجزية.

شهد على ذلك خالد بن الولید و عمرو بن العاص و عبد الرحمن بن عوف و معاویة بن ابی سفیان، (رضی الله عنہم)

وكتب و حضر: ۱۵. (الفاروق ص ۳۰۲)

یہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المؤمنین عمر نے ایلیاء کے لوگوں کو دی، یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے نہ وہ

کی طرف منسوب مسجد شریف پر حاضری ہوئی۔ بتایا گیا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کیا تو آپ عیسائیوں کے گرجا گھر میں گئے۔ وہاں پر نماز کا وقت ہوا عیسائیوں نے عرض کیا کہ آپ یہاں پر نماز ادا کریں۔ اللہ کے اس شیر نے گرجا گھر میں نماز ادا کرنے سے یہ کہہ کر انکار فرمایا کہ اگر آج میں نے تمہارے گرجا گھر میں نماز ادا کی تو کہیں کل کو کوئی اس بات کو جنت بنا کر کہ خلیفۃ المسلمين نے یہاں نماز ادا کی ہے اس پر کوئی دعویٰ نہ پیش کر سکے۔ چنانچہ آپ نے باہر تشریف لا کر نماز ادا فرمائی۔ کہا جاتا ہے کہ اب قریب میں جس جگہ یہ مسجد شریف آپ کے نام نامی سے منسوب ہے یہ وہی جگہ ہے جہاں آپ نے اس موقع پر نماز ادا فرمائی تھی۔ اس مسجد شریف کے سُکن میں ایک کتبہ پر وہ سارا معاہدہ لکھا ہوا موجود ہے جو فتح بیت المقدس کے وقت حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء اکابر صحابہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا۔ اس کتبہ پر اس خلیفۃ المسلمين، امیر المؤمنین کے معاہدہ کے نیچے ان چاروں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے دستخط و اسمائے گرامی موجود ہیں۔ ہمارے رفقاء نے اس کتبہ کا فوٹو اپنے موبائل فونوں میں لیا۔ اس تاریخی معاہدہ کی عمارت سے قارئین محظوظ ہوں مکمل نقل کیا جاتا ہے:

هذا ما اعطی عبد الله عمر امیر المؤمنین اهل ایلیاء من الامان
اعطاهم امانا لانفسهم و اموالهم ولکنایسهم و صلبانهم،

امت محمدیہ علی صاحبها الصلوات والتسليمات کو ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے جدا مجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تعلق کا نتیجہ ہے۔ اردو ادب کی زبان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو دعا ہے خلیل سے تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ مکہ مکرمہ میں اپنے ولد صالح حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اس کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو قیام کرانے کے بعد آپ کی دعا قرآن کریم نے نقل فرمائی ہے۔ ربنا وابعث فیہم رسولاً من انفسہم یتلوا علیہم ایاته و یعلمہم الكتاب والحكمة ویزکیہم۔ ایسے تعلق کی بنا پر امت کو بھی ابراہیم علیہ السلام سے جو قلبی لگاؤ ہونا چاہیے ظاہر ہے۔ اس لئے قافلہ کے افراد نہایت انتشار کے ساتھ تیار تھے۔

علی الصباح گاؤں سے قافلہ روانہ ہوا۔ فلسطین کے خوبصورت پہاڑی سلسلوں سے گذرتے ہوئے سہانی صبح میں ہی الخلیل پہنچے۔ یہ علاقہ فلسطینیوں کی کثرت والا علاقہ ہے لیکن اسرائیلی لوگوں کے نزغے میں ہے۔ اور اس مقام پر چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ و اولادیں مدفون ہیں اس لئے اسرائیلوں کی کوشش ہے کہ یہ مکمل علاقہ ان کے قبضہ میں رہے مگر یہاں کے مسلم باشندے ان سے مقابلے میں ڈٹے رہتے ہیں جبکہ اسرائیلی یہاں کے ان باشندوں پر زبردستیاں کرتے رہتے ہیں۔ رہبروں نے اسرائیلوں کی زبردستی اور زور و جرگی مثال کے طور پر ٹوٹے پھوٹے مکانات دکھائے جو اس بستی میں کثرت سے نظر

ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو یہاں کے احاطے کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلبیوں میں اور نہ ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا، اور نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا، ایلیاء میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے، ایلیاء والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو نکال دیں، ان یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اس کی جان اور مال کو امن ہے تا آنکہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے۔ اور جو ایلیاء ہی میں رہنا اختیار کرے تو اس کو بھی امن ہے اور اس کو جزیہ دینا ہوگا، اور ایلیاء والوں میں سے جو شخص اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ چلا جانا چاہے تو ان کو اور ان کے گرجاؤں اور صلبیوں کو امن ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں اور جو کچھ اس تحریر میں ہے اس پر خدا کا عہد ہے۔ رسول خدا کا خلفاء کا مسلمانوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ یہ لوگ جزیہ مقررہ ادا کرتے رہیں۔

اس تحریر پر گواہ ہیں:

خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ)	عمرو بن عاص (رضی اللہ عنہ)
عبد الرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ)	معاوية بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہ)

یہ ۱۵ھ میں لکھا گیا۔

اگلے دن صبح سوریے الخلیل جانے کی ترتیب بنائی گئی تھی۔ الخلیل کو جرون سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ مقام ہے جہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام بلکہ ان کے خاندان والے قیام پذیر ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ جو تعلق اس

ارشاد فرمایا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہمیہ حضرت سارہ علیہما السلام اور حضرت ائمۃ علیہ السلام کی قبر بھی یہاں پر بتلائی گئی۔ مسجد شریف کی حاضری کے بعد اسی احاطہ کے اندر مگر معمولی سے فاصلہ پر واقع ان تمام مبارک قبروں میں سے ہر ایک قبر شریف پر سلام عرض کیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بزرگی اور معراج کے واقعہ میں آپ کی عظمت والے تذکرہ کو یاد کر کے قلب میں عجیب کیفیت پیدا ہوئی۔ اور اس حاضری پر اللہ تعالیٰ کالا کھلا کھشکردا کیا۔

رہبر کی ہدایت کے مطابق مختصر وقت میں یہاں سے فراغت پا کر جب واپس گاڑیوں پر پہنچے تو دیکھا کہ اسرائیلی فوجوں نے آدھے سے زیادہ راستہ مکمل طور پر گھیر لیا ہے ایسے واقعات کا ہمیں کشمیر میں تجربہ ہے لیکن رفقائے سفر خصوصاً افریقی حضرات کے ایسی ذہنی تشویش سے خالی جگہ میں رہنے والے لوگوں کے لئے یہ نہایت تجہب خیز معاملہ تھا، اس مقام پر فلسطینی بچوں اور بعض خواتین کی مسکنست والی حالت دیکھ کر قلب کافی مجروح ہوا۔

اس حاضری سے فارغ ہونے کے بعد یہاں سے مزید چند مقامات کی طرف روانگی ہوئی۔ یہ سرز مین انبیاء علیہم السلام کی سرز مین ہے۔ ایک جگہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام، دوسری جگہ پر حضرت داؤد علیہ السلام اور ایک اور مقام پر حضرت یوسف علیہ السلام کی مبارک قبروں پر حاضری دے کر سلام عرض کیا۔
.....جاری.....

آئے۔ بتایا گیا کہ یہ ساری توڑ پھوڑ اسرائیلی ظلم و جرکا نتیجہ ہے۔ ہم لوگ گاڑیوں سے اس حال میں اترے کہ اسرائیلی فوجی سرکوں والی وہ رکاوٹیں بنا رہے تھے جو آج کل عام طور پر ہر جگہ سکیورٹی اور حفاظت کے عنوان پر بنائی جاتی ہیں۔ اب قافلہ اس عظیم اور بڑی مسجد شریف کی طرف چلا جہاں حضرت خلیل علیہ السلام اور ان کا گھرانہ آرام فرمائے۔ ہم لوگوں نے بڑی سرک سے دائیں طرف کو ایک چھوٹی سرک کی چڑھائی سے اوپر کو چڑھنا شروع کیا۔ دائیں طرف مسجد شریف ہے اور دائیں طرف کالونی نما گھنی آبادی۔ اور یہ آبادی مسلم فلسطینی گھرانوں پر مشتمل ہے۔

یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ ہرگلی کے باہری طرف لوہے دار جنگلہ ہے جس سے محلہ کو اس طرف سے گھیر لیا گیا ہے اس جانب سے جنگلہ پر اسرائیلی فوجی نگرانی کر رہے ہیں اور اندر کی کالونی کی سرک کے دونوں طرف فلسطینی مسلمانوں کے گھر ہیں اور ان میں مسلم فلسطینی بچے کھیل کوڈ میں مصروف ہیں۔ بہر حال مسجد شریف میں حاضری ہوئی۔ مسجد شریف کا ایک حصہ مسلمانوں کے زیر تسلط ہے نیچے میں دیوار ہے اور یہ دیوار مسلمانوں اور یہودیوں کے حصہ کا حد فاصل ہے جبکہ باقیہ مسجد شریف یہودیوں کے قبضہ میں ہے۔ یہاں اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کے چھوٹے بیٹے حضرت ائمۃ علیہ السلام، ان کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام آرام فرمائیں۔ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں الکریم بن الکریم بن الکریم

آپ کے حواری ایک جگہ جمع ہو گئے، حضرت مسیح علیہ السلام بھی ان کے پاس تشریف لے آئے، ابلیس نے یہود کے اس دستے کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لئے تیار کرہا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ دیا اور چار ہزار آدمیوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کے لئے آمادہ ہے کہ باہر نکلے اور اس کو قتل کر دیا جائے اور پھر جنت میں میرے ساتھ ہو، ان میں سے ایک آدمی نے اس غرض کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ آپ نے اس کو اپنا کرتہ، عمادہ عطا کیا، پھر اس پر آپ کی مشاہدہ ڈال دی گئی اور جب وہ باہر نکل آیا تو یہود سے پکڑ کے لے گئے، اور سولی پر چڑھا دیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا گیا۔ (قرطبی)

بعض روایات میں ہے کہ یہودیوں نے ایک شخص طیلا نوس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے واسطے بھیجا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مکان میں نہ ملے، اس لئے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا تھا، اور یہ شخص جب گھر سے نکلا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہمشکل بنادیا گیا تھا، یہود یہ سمجھے کہ یہی عیسیٰ علیہ السلام ہے اور اس اپنے ہی آدمی کو لے جا کر قتل کر دیا۔ (مظہری)

ان میں سے جو بھی صورت حال پیش آئی ہو سب کی گنجائش ہے۔ قرآن کریم نے کسی خاص صورت کو متعین نہیں فرمایا، اس لئے حقیقت حال کا صحیح علم تو اللہ ہی کو ہے، البتہ قرآن کریم نے اس جملے اور دوسری تفسیری روایات سے یہ قدر مشترک ضرور نکلتی ہے کہ یہود و نصاریٰ کو زبردست مغالطہ ہو گیا تھا حقیقی واقعہ ان سے

اسباب تفسیر

یہود کو اشتباہ کس طرح پیش آیا؟

از: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ (صاحب معارف القرآن)

معارف مسائل

سورہ آل عمران کی آیت یعنی **إِنَّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ الْآية** میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن یہود کے عزائم کو ناکام بنانے اور عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی دشبرد سے بچانے کے سلسلہ میں پانچ وعدے فرمائے تھے جن کی تفصیل اور کامل تشرح و تفسیر سورہ آل عمران کی تفسیر میں بیان ہو چکی ہے ان وعدوں میں ایک وعدہ یہ بھی تھا کہ یہود کو آپ کے قتل پر قدرت نہیں دی جائے گی بلکہ آپ کو اللہ تعالیٰ اپنی طرف اٹھائیں گے، اس آیت میں یہود کی شرارتیں اور جھوٹے دعووں کے بیان میں وعدہ الہمیہ کی تکمیل اور یہود کے مغالطہ کا مفصل بیان اور یہود کے اس قول کی کامل تردید ہے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ ان آیات میں واضح کیا گیا کہ **وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ** یعنی ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ ابن مریم کو نہ قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا، بلکہ صورت حال یہ پیش آئی کہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا۔

یہود کو اشتباہ کس طرح پیش آیا؟

وَلَكِنْ شُبَّهَ لَهُمْ کی تفسیر میں امام تفسیر حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قصہ یوں پیش آیا کہ جب یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو

اسباق حديث

حدیث کے اصلاحی مضامین

افادات: حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم گویا وہ سب بادشاہ سے ہٹ گئے اور ان کی سمجھ میں آگیا کہ جو آدمی اس لڑکے قتل کرنے میں بھی محتاج ہے، جب تک کہ اس نے اس لڑکے کے رب کا نام نہیں لیا اس وقت تک یہ بچہ اور لڑکا اس سے نہیں مرا، تو اس کے ہاتھ میں ہے کیا؟ چنانچہ سب لوگ اللہ پر ایمان لے آئے۔ اسی لئے اس نے یہ تدبیر اختیار کی تھی، گویا اپنے آپ کو قربان کیا اور لوگوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال کرایا۔

اب بادشاہ کے جو مشیر لوگ تھے انہوں نے کہا: دیکھو! تم کو جوڑ رکھا، وہی ہوا، اس بچے کو تم اسی سے قتل کرواتے تھتا کہ اس کو دیکھ کر لوگوں کا دریں خراب نہ ہو، عقیدہ نہ بگڑے، لیکن اس نے مر کے سب کو مسلمان بنایا ہے بادشاہ نے کہا: دیکھو! ہرگلی اور ہر محلے کے کنارے پر خندقیں کھودو۔

چنانچہ اس کے حکم پر پوری بستی کے اندر ہرگلی اور ہر محلے کے اوپر خندقیں کھودی گئیں اور ان کے اندر آگ جلانی گئی، جب آگ آسمان کو چھونے لگی، تو پھر لوگوں کو پکڑ کر لایا جاتا تھا کہ اپنے دین سے بازاً آتے ہو یا اندر رہ لیں، لیکن کوئی بھی بازنہیں آیا، سب کہتے تھے کہ ہم تو بازنہیں آتے، ان کوڑاں دیا جاتا تھا اسی طرح سب کو ختم کیا گیا۔

یہاں تک کہ ایک عورت کو لایا گیا اس کے ساتھ اس کا ایک چھوٹا بچہ تھا، اپنے

پوشیدہ رہا اور اپنے اپنے گمان و قیاس کے مطابق انہوں نے طرح طرح کے دعوے کئے اور ان کے آپس ہی میں اختلافات پیدا ہو گئے۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن کریم کے ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے: وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٌ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعُ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيْنًا۔ کہ ان کے پاس صحیح علم کی بنیاد پر کوئی یقینی بات نہیں ہے جن جن لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کر کے طرح طرح کے دعوے کئے ہیں یہ سب شک اور انکل کی باتیں ہیں، صحیح صورت واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ کچھ لوگوں کو منبہ ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہم نے تو اپنے ہی آدمی کو قتل کر دیا ہے اس لئے کہ یہ مقتول چہرے میں تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مشابہ ہے لیکن باقی جسم میں ان کی طرح نہیں اور یہ کہ اگر یہ مقتول مسیح علیہ السلام ہیں تو ہمارا آدمی کہاں ہے اور اگر یہ ہمارا آدمی ہے تو مسیح علیہ السلام کہاں ہیں؟

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا。اللَّهُ جَلَّ شَانَهُ زَبَرْدَسْتَ قَدْرَتَ وَغَلَبَةَ وَالَا هُنَّ يَهُودٌ لَا كَهْدَفَعَلَ كَمْصُوبَ بَنَاتَ لِكِنْ جَبَ اللَّهُ نَعَزِيزُ حَضَرَتَ عِيسَى عَلِيِّهِ السَّلَامُ كَيْ حَفَاظَتَ كَاذِمَهُ لِيَا تَوَسُّ كَيْ قَدْرَتَ وَغَلَبَهُ كَيْ سَامَنَهُ اَنَّ كَمْصُوبَوْنَ كَيْ حَيْثِيَتَ كَيْ ہے، وَهُنَّ قَدْرَتَ وَالَا ہے صَرْفَ مَادَهُ كَيْ پَرْسِتَارَ اَنْسَانَ اَنْ كَيْ رَفَعَ عِيسَى عَلِيِّهِ السَّلَامُ كَيْ حَقِيقَتَ كَوَنِيْسَ سَمْجُونَ سَكَنَتَ تَوَيِّيَهُ اَنَّ كَيْ اَپَنِيْ كَمْزُورَيِّيَ ہے، وَهُنَّ حَكْمَتَ وَالَا ہے اَسَ كَاهْ فَعَلَ حَكْمَتَ وَمَصْلَحَتَ پَرْمَنِيَ ہوتا ہے۔

الاحدیث القدسیة

یعنی حق جلس مجدہ کی باتیں

از: حضرت مولانا مفتی شیخ اشرف قاسمی صاحب حفظہ اللہ

مصیبت و بلاء ایمان کامل کی دلیل ہے اور راحت مسرت نقص ایمان کی
یقول البلاء کل یوم: الی این اتووجه؟ فیقول اللہ عز و جل: الی
احبائے واولی طاعتی ابلوبک اخبارہم و اختبر صبرہم، وامحص
بک ذنبہم، وارفع بک درجتهم، ويقول الرخاء کل یوم: الی این
اتووجه؟ فیقول اللہ عزو جل: الی اعدائی و اهل معصیتی ازید بذلک
طغیانہم، واضاعف بذلک ذنبہم، واعجل بک لهم، واکثر بک
علی غفلتهم.

اخرجه الدیلمی عن انس الی هنامن جمع الحوامع، وفی کنوذ الحقائق
لعبد الروف المناوی رحمة الله رحمة واسعة
ترجمہ: بلا و آفت روزانہ حق جلس مجدہ سے عرض کرتی ہے رب العالمین کس شخص کے
پاس جاؤں؟ ارشاد ہوتا ہے میرے دوستوں کے پاس اور مطیع و فرمابردار کے پاس
کہ تیرے ذریعہ میں ان کی باتوں کی ثابت قدی کو جانچوں گا اور تاکہ تیرے ذریعہ
ان کے پیمانہ صبر کو آزماؤں۔ تیرے ذریعہ میں ان کے گناہوں کو ان سے دفع کروں

بچ کی محبت کی وجہ سے اس عورت کو کچھ جھجک ہوئی، تو پھر اس کو کہنے لگا، چھوٹا سا دودھ پیتا
بچ تھا، اس نے اپنی ماں سے کہا: ماں کوئی بات نہیں، تو حق پر ہے، مرجا، اپنے آپ کو قربانی
کے واسطے پیش کر دے، چنانچہ ماں کی جو جھجک تھی وہ ختم ہو گئی اور اس نے بھی انکار کیا کہ
میں بھی اپنے دین کو نہیں چھوڑ سکتی اور اس کو بھی ڈال دیا گیا۔ قرآن پاک میں سورۃ البروج
میں ہے قُلَّ أَصْحَابُ الْأُنْجُودُ وَهُنَّ الْاصْحَابُ الْأَخْدُودُ کا قصہ ہے۔

بہر حال! اس بچے کا اور ان لوگوں کو جو صبر تھا کہ اس مصیبت پر اور بادشاہ کے
مظالم پر صبر کیا لیکن اپنے دین کو نہیں چھوڑا اور ایمان پر قائم رہے، اسی بات کو بتلانے کے
لئے اس روایت کو یہاں لائے۔

ان احادیث سے ایک بڑا سبق ہمیں یہ بھی ملتا ہے کہ کسی بھی چیز کے ہمارے
ہاتھ سے نکل جانے پر ہمیں ایک تو صبر سے کام لینا چاہیے اور یوں سوچنا چاہیے کہ یہ نعمت
جو ہمیرے ہاتھ سے لے لی گئی ہے اس کو لے کر مجھے آزمایا جا رہا ہے اور اس آزمائش میں
اگر میں کامیاب ہو گیا اور میں نے صبر سے کام لیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ سے ثواب کی امید
رکھی تو یہ جو لیا گیا اس سے کئی گناہ یادہ اور اس سے کئی گناہ چھابدله مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ کی
طرف سے دیا جائے گا اس لئے جو بھی چیزیں ہمارے ہاتھ سے جاتی ہیں ان تمام چیزوں
کے متعلق ہمیں ایک مؤمن ہونے کی حیثیت سے یہ تصور کھنا چاہیے، بنی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی تعلیم اور ہدایت ہے کہ ہمارے ہاتھ سے کوئی چیز چلی جائے تو اس پر
یوں سوچنا چاہیے کہ ”گیا کیا اور ملا کیا؟“

.....
جاری

مت پُل چھ ان خرقہ پوشوں کی.....(فسط نمبر ۱۱)

از: مولانا مفتی سید محمد اسحاق نازکی قاسمی صاحب

خلفیہ اول بلاصل حضرت ابو بکر صدیقؓ (وفات ۲۲ ربیعہ الثانی ۱۳ ھ مدفن حجرہ یار یعنی روضہ پر انوار، گنبد خضری کے سامنے تلے، مدینہ منورہ) خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروقؓ (شہادت کیم محرم الحرام ۲۳ ھ بروز سنیخ مدن حجرہ یار یعنی روضہ پر انوار، گنبد خضری کے سامنے تلے، مدینہ منورہ)، خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ (شہادت ۱۸ ربیعہ الحجه بروز جمعۃ المبارک ۳۵ ھ جنت البقیع، مدینہ منورہ) اور خلیفہ چہارم (جن کا تذکرہ آچکا ہے) (منقول از ایک علمی تاریخ شیخ الاسلام نمبر) رضیٰ اللہ تعالیٰ عنہ بالصلیٰ و بالفاروقِ و بذی التورین و بالمرتضی ائمماً رضوانُ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ ترتیب خلافت ہی ترتیب افضلیت ہے۔ الحمد للہ۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

۷۱۸۵ء کی جنگ بظاہر جنگ آزادی کی تھی انگریز سامراج کی طوق غلامی سے نجات کی جنگ تھی مگر دراصل کفر کے خلاف اکابر علماء و صلحاء کی زیر گرانی ایک مقدس اور عظیم جہاد تھا لیکن اسلام کی روشن تاریخ اور مسلمانان ہند (متحده ہندوستان جو کبھی آٹھ ملکوں پر مشتمل تھا) کے شان دار ماضی سے ناواقف طبقہ اور انگریز نوازگروہ اس کو ”غدر“ سے جانتا ہے اور متعارف کرتا ہے یعنی مسلمانوں کی انگریزوں کے خلاف

اور پھر تیرے ذریعہ ان کے درجات و مقام کو بلند کروں۔ اور رخاء و تو نگری بھی روزانہ سوال کرتی ہے رب العالمین میں کہاں جاؤں؟ کس کے پاس جاؤں؟ حق جل مجدہ ارشاد فرماتے ہیں میرے دشمنوں اور میری معصیت کرنے والوں کے پاس جاؤ، اے تو نگری تیرے ذریعہ میں اس کی سرکشی میں اضافہ کروں گا اور دوچند گناہ و ذنب اس کے ذریعہ و سبب اس پڑاں گا، اور تیرے ذریعہ جلد سے جلد میں اس کو عذاب و عقاب میں ڈالوں گا اور تیرے ذریعہ میں ان کی غفلت میں کثرت و زیادتی کروں گا۔

اولیاء اللہ اور خاصان حق کی کبھی آزمائش بھی ہوتی ہے جو دلیل قرب ہے حق جل مجدہ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ بلا و مصیبت، تکلیف و اذیت، دکھ درد، الغرض آزمائش کی مختلف قسمیں اولیاء اللہ کی جانب حق جل مجدہ کی طرف سے ہوا کرتی ہیں اور اس میں حکمت یہ ہوا کرتی ہے کہ اللہ پاک اپنے کو آزماتے ہیں کیونکہ مشہور بات ہے ”زدیکان را بیش بود حیرانی“، کبھی نزول رحمت بشکل مصیبت اور ترقی درجات بشکل بیماری اور کبھی تطہیر سیمات کے لئے ہوا کرتی ہے جب کہ مقصد حق تعالیٰ کا یہ ہوتا ہے کہ بندہ کو منازل قرب مقام عبدیت اور ولایت کی نعمت سے نواز دیا جائے۔ بظاہر یہ سب ہوتی تو ہیں مصیتبین مگر دیدہ باطن میں صاحب ایمان راحیں محسوس کرتا ہے۔

اداروں کے ساتھ بڑی محبت اور ہمدردی ہے۔ ملک و ملت کے لئے لڑنے مرنے کو وہ معمولی سمجھتا ہے انہیں انگریزوں سے سخت نفرت ہے۔ ان کی حکومت انہیں کاٹنے کی طرح گھکھتی ہے۔“

بہر حال انگریز سامراج کی ملعون غلامی سے متحده ہندوستان مسلمانوں کی بے مثال قربانیوں کے نتیجے میں آزاد ہوا ور جو اس نے یہاں اندرس اور قربطہ کی تاریخ دوہرانے کا حسین خواب دیکھا تھا وہ شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکا مگر اب ”آزاد ہندوستان“ میں ان مجاہدین آزادی کی اولاد اور بھارت دشمنوں کے بارے میں ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:-

جب گلستان کو خون کی ضرورت پڑی سب سے پہلے ہماری ہی گردن کٹی پھر بھی کہتے ہیں آج ”اہل وطن“ یہ چمن ہے ہمارا تمہارا انہیں

جاری

ماہنامہ ”النور“

علمی، دینی، اصلاحی رسالہ ہے اگر آپ کو پسند ہو تو اس کی توسعی اشاعت میں حصہ لیجئے۔

پستہ: دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

پن: 193502 فون نمبر: 01957-225271

بغوات اور جنگ پھر اس کی اتنی تشویہ کی گئی کہ اہل علم و دانش اور اصحاب دین و دعوت بھی اس کو اس مذموم لفظ سے یاد کرتے آرہے ہیں۔ استغفار اللہ۔ العیاذ باللہ العظیم۔ اہل علم کے لئے تاریخ دعوت و عزیمت از حضرت علی میاں ندویؒ، علمائے ہند کا شاندار ماضی از حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ اور تحریک ریشمی رومال از حضرت مولانا محمد اسیر ادرودیؒ کی کتابیں کافی ہیں۔ جَزَاهُمُ اللَّهُ تَعَالَى خَيْرُ الْجَزَاءِ۔

متحده ہندوستان پر جارحانہ، ظالمانہ اور غاصبانہ قبضے کے بعد اپنی ناجائز حکومت کو مستحکم بنانے اور اس کی توسعی کرنے میں اس شاطر حکومت نے ”مسلمان“ ہی کو رکاوٹ سمجھا۔ اس رکاوٹ کو ہٹانے میں اس نے کیا کیا اور مسلمانوں نے کیسی کیسی قربانیاں دی ہیں وہ تاریخ کے طالب علم سے مخفی نہیں ہیں۔

الحاصل انگریز نے مسلمانوں کو قلمہ ترسیج کر اپنا شکار کرنا چاہا مگر وہ سخت جان نکلے۔ الحمد للہ۔ اور مجاہدین بزبان حال یہ نغمہ سرائی کرتے رہے۔

اے وقت ! مجھ کو کھوکھلی دیوار مت سمجھ

صدیوں سے زلزلوں کے مقابل رہا ہوں

اگرچہ داخلی اور خارجی وجوہات کی بناء پر مسلمانوں کو اس جدوجہد میں بظاہر خاطر خواہ کامیابی نہیں ملی تاہم حکومت کرنے میں مسلمانوں نے انہیں ناکوں پنے ضرور چبوائے یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں انگریز بوریہ بسترہ باندھ کر اس پار چلا گیا۔

ایک انگریز جاسوس نے مسلمانوں کی اس جدوجہد کی یوں تصویر کشی کی ہے: ”مسلمان کو اپنے مذہب کے بارے میں بڑا احساس ہے اس کو علمائے کرام اور دینی

موقع پر خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان آڑے آگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال سے آگاہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں کہ تین دن سے کچھ نہیں کھایا تھا اور بھوک کی شدت کے باعث پیٹ پر پھر باندھ رکھا تھا، تشریف لائے، کdal اٹھائی اور چٹان کو ریزہ کر دیا۔ (بخاری ص ۸۸ ج ۲)

(حضرت براء بن عاذبؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خندق کی کھدائی کے موقع پر اپنے ہاتھوں سے مٹی اٹھا کر باہر پھینکتے تھے۔ (بخاری ص ۵۸۹ ج ۳) صحابہؓ کرام رضوان اللہ علیہم جمیعن بھی اکثر محنت کش تھے۔ بخاری ص ۲۸۷ ج ۱ میں اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا اور ابو داؤد ص ۱۵ ج ۱ میں حضرت عکرمؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کرام ”عمل انفسهم“ (اپنے کام کا ج خود کرنے والے) محنت کش تھے اور موٹا جھوٹا پہنچتے تھے جس کی وجہ سے جمیع کے اجتماع کے موقع پر ان کے پیسے کی بوچیتی تھی، اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمیع کے دن غسل کا حکم دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”محنت کش“ کی کمائی کو سب سے اچھی کمائی قرار دیا۔ بخاری ص ۲۸۷ ج ۲ میں حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے اچھی کمائی کوئی نہیں کہ انسان اپنے ہاتھ کی محنت سے کھائے۔

اس کے ساتھ ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کشوں کو

محنت کش اور اسلامی نظام

حضرت مولا نا ابو عمار زادہ الراشدی مدظلہ العالی

محنت انسانی عظمت کا ایک ایسا عنوان اور اجتماعیت کا ایک ایسا محور ہے جس کے گرد انسانی معاشرہ کی چکی گھومتی ہے اور جس کے بغیر نوع انسانی کی معاشرت اور اجتماعیت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ کائنات کے خالق و مالک نے انسانی معاشرہ کے لئے جو فطری نظام زندگی نازل فرمایا اس میں محنت کی عظمت کا نہ صرف اعتراف کیا گیا ہے بلکہ دین خداوندی کو پیش کرنے والے عظیم المرتبت انبیاء علیہم السلام کو ”محنت کشوں“ کی صفت میں کھڑا کر کے خداوند عالم نے محنت کو پیغمبری و صفت کا درجہ عطا فرمایا۔

جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق آدم علیہ السلام نے کاشت کاری کی، سوت کاتا۔ نوح علیہ السلام نے لکڑی کا کام کیا اور اپنی محنت سے کھاتے تھے۔ اور لیس علیہ السلام درزی تھے۔ داؤد علیہ السلام سوت کاتتے تھے۔ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کو اپنا شعار بنایا، بیت اللہ کی تعمیر نو، مسجد نبوی کی تعمیر اور مدینہ منورہ کے دفاع کے لئے خندق کھو دتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ”محنت کش“ کا جو عظیم کردار دنیا کے سامنے پیش کیا وہ محنت کشوں کے لئے مشعل را ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ احزاب کے

(سورہ انعام)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے بارے میں، جو محنت کشوں کا سب سے نچلا درجہ اور کمزور طبقہ شمار ہوتا تھا، حسن سلوک کی بار بار نصیحت فرمائی، حتیٰ کہ آپ کی آخری وصیت (الصلوٰۃ و ماماکلت ایمانکم) بھی نماز کی پابندی اور غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی دوہدایات پر مشتمل تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کو معاشرہ میں معیار زندگی کے لحاظ سے دوسرا لوگوں کے مساوی درجہ عطا فرمایا اور واضح طور پر پھرایت فرمائی کہ

یہ غلام تمہارے ہی بھائی اور ساتھی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ پس تم میں سے کسی شخص کے تحت اس کا بھائی ہو تو اسے ہی کھلانے جو خود کھاتا ہے وہی (پہنائے جو خود پہنتا ہے اور ایسا کوئی کام اس کے ذمہ نہ لگائے جو اس کے بس سے باہر ہو۔) (بخاری ص ۹۷)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واضح ارشاد سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کوئی مشکل امنہیں ہے کہ جب مالک اور اس کے خرید کردہ غلام کے درمیان معیار زندگی کی برابری اسلامی نظام کا بنیادی تقاضا ہے تو آج کارخانہ دار اور مزدور کے درمیان بھی معیار زندگی کی برابری قائم کر کے ہی اسلامی نظام کو صحیح طور پر رو به عمل میں لاایا جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر صحابہ کرام نے انفرادی اور اجتماعی طور پر جس طرح عمل کیا اور خلافت راشدہ کی صورت میں اسلامی

معاشرہ میں ان کا صحیح مقام دلانے کے لئے جو ہدایات فرمائیں اور قرآن و حدیث میں محنت کشوں کے معاشرتی مقام کا جو نقشہ کھینچا دنیا کا کوئی نظام بھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل محنت کشوں، غلاموں اور نچلے طبقے کے لوگوں کو معاشرہ میں حقوق اسے دیکھا جاتا تھا نہ نہاد بڑے لوگ ان کے ساتھ بیٹھنا تو ہیں سمجھتے تھے اور انہیں وہ حقوق حاصل نہ تھے جو انسانی معاشرہ میں حاصل ہونے چاہیے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت کشوں کو ان کے صحیح مقام و مرتبہ سے سرفراز فرمایا۔ محنت کشوں سے ”بعض دنیا داروں“ کی نفرت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ مکرمہ میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حضرت بلاں، حضرت خباب، حضرت عمار اور زید جیسے حضرات بھی تھے۔ اتنے میں چند کافر سدار آئے کہ ہم آپ کی بات سننا چاہتے ہیں اور شاید سمجھ کر مان بھی لیں لیکن ”ضعفاء“ کے ساتھ بیٹھنا ہماری تو ہیں ہے، آپ ہمیں الگ مجلس میں اپنی بات سمجھائیں۔ سرداروں کی یہ فرمائش اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ در فرمائی ہے کہ

اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم (ان کافروں کی وجہ سے) ان لوگوں کو دور نہ ہٹائیں جو صحیح شام اپنے رب کو اس کی رضا کے لئے یاد کرتے ہیں نہ ان کے حساب کی آپ پر ذمہ داری ہے (اور نہ آپ کے حساب کی ان پر ذمہ داری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ان کو (اپنی مجلس سے) ہٹا دیں تو آپ کا شمارنا انصافوں میں ہو جائے۔“

حضرت عثمانؓ جیسے مالدار تاجر بھی تھے مگر ان کا رہن سہن اور کھانا پینا معاشرہ کے عام آدمی کی طرح تھا اور ان کی دولت ذاتی تعیش اور نمود پر صرف ہونے کی بجائے غرباء اور معاشرہ کی فلاح و بہبود میں صرف ہوتی تھی۔

الغرض آج جس طرح معاشرہ بڑے طبقے، متوسط طبقے اور چھوٹے طبقے میں تقسیم ہو چکا ہے اور اصحابِ ثروت نے دولت کے اظہار و تعیش کے لئے ہر شہر میں اپنے الگ الگ محلے بنالئے ہیں۔ خلافت راشدہ کے دور میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا بلکہ اسلام نے پہلے سے موجود طبقاتی تقسیم کو ختم کر کے خلافت راشدہ کی صورت میں ایک خالصتاً غیر طبقاتی معاشرہ پیش کیا اور یہاں اس حقیقت کا اظہار شاید بے محل نہ ہو کہ آج کمیوززم کے جس خطرات کا اظہار کیا جا رہا ہے اس کی بنیادی وجہ معاشرہ کی طبقاتی تقسیم ہی ہے جس کے نتیجہ میں ایک طرف دولت سے کھلینے والوں اور بات بات پر دولت کی نمائش کرنے والوں کا طبقہ بلند و بالامخلوں میں عیش و عشرت کی زندگی گزار رہا ہے اور دوسری طرف اسی معاشرہ میں آبادی کی اکثریت روزمرہ ضروریات کو پورا کرنے سے قاصر ہے۔ کمیوززم ہمیشہ معاشرہ کی طبقاتی تقسیم سے جنم لیتا ہے اس لئے کمیوززم کا راستہ بھی صرف اسی صورت میں رد کیا جا سکتا ہے کہ معاشرہ میں معیار زندگی کی برابری کا اصول اپنا کر خلافت راشدہ کی طرز پر غیر طبقاتی معاشرہ کی تشکیل کے لئے اجتماعی اور ہمہ گیر جدوجہد کا آغاز کیا جائے۔ ورنہ کمیوززم کا راستہ صرف نعروں اور جذباتی تقریروں سے نہیں روکا جاسکے گا۔

نظام کا جو مثالی معاشرہ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

انفرادی طور پر حضرت عثمانؓ اپنے غلاموں کو خود اپنے معیار کا کھانا اور لباس مہیا فرماتے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اپنی لڑکیوں اور لوگوں کو ایک جیسا زیور پہنانا تھے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ اپنا اور اپنے غلام کا لباس ایک ہی کپڑے سے سلواتے۔ اور اجتماعی طور پر اس معاشرہ میں جہاں بڑے اور چھوٹے طبقوں کی واضح تقسیم موجود تھی اسلام نے خلافت راشدہ کی صورت میں ایسے معاشرہ کی بنیاد ڈالی جس میں بڑے چھوٹے اور متوسط طبقوں کا وجود باقی نہیں رہا تھا۔ معاشرہ میں امیر المؤمنین صوبوں کے گورنر اور عملاء کا طبقہ بھی موجود تھا اور اس حکمران طبقہ کا معیار زندگی وہی تھا جو ایک عام آدمی کا تھا۔

حضرت ابو بکرؓ کے لئے بیت المال سے وظیفہ کے تعین کے لئے مشورہ ہو رہا تھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ کی اہل و عیال کی ضروریات کو معروف طریقہ سے (عام آدمی کی طرح) پورا کرنے کے لئے جتنا وظیفہ ضروری ہو وہی آپ کا ہے۔ اصحاب شوریٰ نے حضرت علیؓ کے قول کو پسند کیا اور اسی پر فیصلہ ہو گیا۔ (طبری ص ۲۶۲ ج ۲)۔ جبکہ حضرت عمرؓ نے بھی اپنا اور اپنے گورنزوں اور عملاء کا وظیفہ عام آدمی کے گزارے کے مطابق مقرر فرمایا۔

معاشرہ میں حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زیدؓ اور

کے مختلف طبقات کے درمیان کیسانیت کا اصول کا فرمار ہے اور اگر اس مقصد کے لئے کسی قانونی قدغن کی ضرورت ہو تو اس سے بھی گریز نہ کیا جائے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے بصرہ شہر کی تعمیر کے وقت پابندی لگادی تھی کہ کوئی شخص تین کمروں سے زائد مکان نہ بنائے اور یہ بھی ہدایت فرمادی تھی کہ مکانوں کو بلند کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ نہ کرو۔ (بحوالہ اسوہ صحابہ ص ۲۶۵ ج ۱)

دولت اور اس کے جو ذرائع حکومت کی طرف سے تقسیم کئے جائیں ان میں بالکل برابری اور مساوات کا اصول اپنایا جائے جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے بیان فرمایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے خلیفہ بنے کے بعد جب بحرین وغیرہ سے مال آیا تو آپؓ نے اسے مدینہ کے شہریوں میں برابر تقسیم کر دیا۔ کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضرت لوگوں میں کچھ فضیلت اور مرتبہ والے بھی ہیں لیکن آپؓ نے سب کو برابر حصہ دیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ جہاں تک فضیلت اور درجہ کا تعلق ہے اس کا ثواب اللہ تعالیٰ دیں گے۔ ”وَهُذَا معاشٌ فَلَاسُوهُ فِيهِ خَيْرٌ مِّن الْأَثْرَةِ“ (کتاب الخراج ص ۵۰) اور یہ معیشت ہے اس میں برابری اور مساوات کا اصول ترجیح سے ہتر ہے۔

اور جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دولت کی مساوی تقسیم کو ہی اسلامی معیشت کا صحیح اصول قرار دیا ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کے ظہور کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد

ہمارا آج کا موجودہ اقتصادی و معاشری نظام نوآبادیاتی دور کی یادگار ہے اسلام کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس نظام کو تبدیل کر کے محنت کشوں کو معاشرہ میں دوسرے طبقوں کے برابر معیار زندگی کی سہولتیں فراہم کی جائیں اور حق ملکیت میں مساوات کا وہ واضح اور اصل اصول اپنایا جائے جو اسلامی نظام کی اصل روح ہے۔ نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں حق ملکیت میں مساوات کے اصول کی تھوڑی سی وضاحت کر دی جائے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ اسلام معاشرہ کے مختلف طبقات اور افراد کے درمیان مساوات کا کیا اصول قائم کرتا ہے۔

اسلام نے فرد کی ملکیت کے حق کو تسلیم کیا ہے اور اسے یہ بھی اجازت دی ہے کہ وہ جائز اور حلال ذرائع سے اپنی ملکیت اور دولت میں جس قدر چاہے اضافہ کر لے لیں اس کے ساتھ ساتھ اسلام یہ پابندی بھی لگاتا ہے کہ (دولت کی اجتماعی گردش صرف سرمایہ داروں میں محدود نہ رہے بلکہ معاشرہ کے تمام طبقے اس سے فیض یاب ہوں۔ ”لَا يَكُونُ دُولَةٌ بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ“ (سورہ الحشر)

دولت کی ایسی نمائش اور عیش و عشرت کے ایسے موقع جن سے محروم طبقے مالیوں کا شکار ہوں یا ان میں مسابقت اور معیار زندگی میں آگے بڑھنے کا جذبہ ناجائز ذرائع کو اختیار کرنے کی سوچ پیدا کر دے قانوناً منوع قرار دیے جائیں۔ معیار زندگی مثلاً خوراک، لباس اور رہائش وغیرہ معاملات میں معاشرہ

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اگر معاشرہ کسی وقت اس نوعیت کی صورت حال سے دوچار ہو جائے تو معيار زندگی میں برابری اور دولت و ذرائع دولت کی تقسیم میں مساوات کے اصول کو دائرہ عمل میں آنے کے لئے اصحاب ثروت کے زائد اموال کو ضبط کیا جا سکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محنت اور محنت کش کی عظمت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ معاشرہ میں محنت کشوں کو تمام طبقوں کے برابر معيار زندگی کی ضمانت دی اور دولت کے قوی ذرائع سے ہر شہری کے برابر مستفید ہونے کے حق کو اصول قرار دیا۔ یہ انسانی معاشرت کے ایسے فطری اور محکم اصول ہیں جن سے بہتر اصول اور کوئی نظام پیش نہیں کر سکتا۔

آخر میں ہم اپنی گزارشات کا اختتام امیر المؤمنین حضرت علیؑ کے ارشاد گرامی پر کرنا چاہتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ نے اغنياء کے دلوں میں فقراء کا اتنا حق رکھا ہے جس سے ان کی ضروریات کی کفایت ہو سکے۔ پس اگر فقراء بھوکے رہیں یا ننگے ہوں یا اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مشقت کا شکار ہوں تو یہ اغنياء کی بے پرواہی اور ان کی طرف سے فقراء کے حقوق میں کوتاہی کے باعث ہوگا۔ اور ایسے اغنياء اللہ تعالیٰ سے محاسبہ اور عذاب کے مستحق ہیں۔ (ملکی لابن حزم ص ۱۵۶ اج ۱)

فرمایا کہ جب امام مہدی آئیں گے تو زمین خلم و جور سے پُر ہوگی اور امام مہدی خلم و جبر کا خاتمه کر کے دنیا بھر میں عدل و انصاف کو غالب کر دیں گے۔ پھر فرمایا ”و یقسم المال صحاحا قال له رجل ماصحاحا قال بالسویة بین الناس، رواه احمد و ابو یعلی و جالهمـا ثقات“ (مجموع الزوائد ص ۳۱۲ ج ۷) کہ امام مہدی لوگوں میں صحیح طریقہ سے تقسیم کریں گے، ایک شخص نے پوچھا کہ صحیح طریقہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں برابری اور مساوات کی بنیاد پر۔ الغرض اسلام نے جائز ذرائع سے دولت کمانے کی اجازت دینے کے ساتھ ساتھ معيار زندگی کی برابری اور قوی سلطہ پر دولت اور اس کے ذرائع کی تقسیم میں مساوات کو اصول قرار دیا ہے۔ اور مساوات کے اس اصول کو قائم کرنے کے لئے بوقت ضرورت اصحاب ثروت سے ان کا زائد مال حاصل کر کے دوسرے لوگوں میں تقسیم کرنے کا تصور بھی موجود ہے جیسا کہ

حضرت ابو عبیدah بن الجراح نے ایک سفر کے دوران جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تین سو صحابہ تھے زادراہ ختم ہونے پر سب لوگوں کے زادراہ ان سے حاصل کرنے اور برابری کی بنیاد پر اس میں سے ان کو خوارک دیتے رہے۔ (محلی ص ۱۵۸ اج ۲)

اسی طرح حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ جوبات میں نے اب محسوس کی ہے اگر اسے پہلے محسوس کر لیتا تو مالداروں کے زائد اموال ان سے چھین کر مہاجر فقراء میں تقسیم کر دیتا۔ (ملکی ص ۱۵۸ اج ۲)

علماء کی غیبت بتاہی ہے

ارشاد فرمایا کہ علامہ عبدالوہاب شعرائیؒ نے الیوقیت والجوہر سے نقل کیا ہے کہ لحوم العلماء مسموم مٹاں کا مطلب یہ ہے کہ علماء کا گوشت زہریلا ہوتا ہے اشارہ ہے آیت کریمہ لا یغتب بعضکم بعضًا ایجب احد کم ان یا کل لحم اخیہ میتابا کھتموہ کی طرف مراد یہ ہے کہ ان کی غیبت دین و دنیا دونوں کی تباہی و بر بادی ہے اس سے احتراز لازم ہے۔ بس حق تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

ذکر لا الہ الا اللہ میں ہر دس مرتبہ پر کلمہ پورا کرنے کی حکمت ایک صاحب کو ذکر جہری تلقین فرمایا کہ دوسو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا کریں۔ اس طرح کہ ہر دس مرتبہ پر کلمہ پورا کر لیا کریں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس واسطے کہ لا الہ الا اللہ کی تاثیر گرم ہے اس میں اعتدال پیدا کرنے کی ضرورت ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوتا ہے۔

جاہلوں کا اخلاص

ارشاد فرمایا کہ دیہاتی لوگوں کے اندر بعض مرتبہ اخلاص بہت ہوتا ہے لیکن تمیز نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ حضرت مدینیؒ ایک مرتبہ غالباً گنگوہ سے سہار نپور جا رہے تھے راستے میں ایک بستی سے گزرے دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم ہے جو حضرت سے ملاقات کے لئے پہلے ہی سے کھڑے تھے وہ لوگ آگے بڑھے اور حضرت کو گاڑی میں سے اتار لیا اور وہیں ریت کے اوپر ڈال کر ہاتھ پیر دبانے لگے کچھ دیر کے بعد حضرت نے فرمایا کہ بس اب تو رہنے دو۔

ملفوظات فقیہ الامت

حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی علیہ الرحمہ

ترتیب: محمد رحمت اللہ

یہ بھی ایک طریقہ ہے اصلاح کا

فرمایا کہ ایک شخص دیوبند آئے مولانا مدینیؒ کے یہاں ان کے مہمان خانہ میں ٹھہر گئے۔ اب ناشتا کا وقت ہوتا تو حاضر خدمت، دن کا کھانا، رات کا کھانا ہوتا تو حاضر خدمت۔ مگر نماز کے وقت غائب کیونکہ وہ نمازوں نہیں پڑھتے تھے۔ حضرت مدینیؒ ہی کے ایک رشتہ دار نے جو وہاں پڑھتے تھے انہیں ڈانٹ دیا کہ آپ عجیب آدمی ہیں۔ کھانے میں حاضر، نماز میں غائب، نماز کیوں نہیں پڑھتے ہو۔ حضرت مدینیؒ کو علم ہوا تو حضرت مدینیؒ نے ان کو ڈانٹا کہ وہ خدا کا قصور کرتے ہیں۔ آپ کا قصوں نہیں کرتے آپ ہوتے کون ہو ڈانٹنے والے۔ اسی روز انہوں نے نماز شروع کر دی۔

یہ طریقہ بھی ہے اصلاح کا۔

دل کی گھبراہٹ کا علاج

ایک صاحب نے عرض کیا حضرت دل میں گھبراہٹ بہت رہتی ہے اطمینان و سکون نہیں۔ فرمایا آپ سورہ المشرح ہر نماز کے بعد سات دفعہ۔ اول آخر درود شریف سات دفعہ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کریں۔ اس سے انشاء اللہ نفع ہو گا گھبراہٹ دور ہو گی۔

بالعموم معمول رہا۔ اعتکاف، تراویح اور دیگر معمولات کی یہ بہار اخیر رمضان تک جاری رہی۔ تمام معتقدین اور دیگر مہان حضرات کیم شوال المکرم ۱۴۲۰ھ کو عید الفطر کی نماز سے فراغت کے بعد اپنے گھروں کے لئے روانہ ہوئے۔ فالحمد لله علی ذلک۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو تاحیات جاری و ساری فرمائ کر اپنے دربار عالیٰ میں مقبول فرمائے اور امت کے لئے نافع بنائے۔ آمين یا رب العالمین۔

جدید داخلے اور مہمانان گرامی کی آمد

حسب نظام شعبان معظم میں مدرسہ کے امتحانات سالانہ منعقد ہوئے اور سالانہ تعطیل ہوئی۔ رمضان المبارک کے بعد موئخرہ شوال المکرم ۱۴۲۰ھ کو حفظ و ناظرہ کے قدیم طلبہ کی حاضری متعین تھی۔ طلبہ کے حاضر ہوتے ہی موئخرہ ۵ رشوال المکرم ۱۴۲۰ھ سے حفظ و ناظرہ کی باضافہ پڑھائی شروع ہوئی۔ اعلان کے مطابق ۵ رشوال سے تمام شعبہ جات میں جدید داخلے شروع ہوئے اور طلبہ کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا اور یہ سلسلہ ابھی بھی جاری ہے الحمد للہ۔ اس سال بھی دارالعلوم رحیمیہ کی مسجد شریف میں اعتکاف کی سنت کو جاری رکھا گیا۔ کیم رمضان سے ہی متولیین کی آمد شروع ہو گئی۔ اس سال رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرنے والوں کی تعداد تقریباً ساڑھے بارہ سو تک پہنچ گئی۔ جو معمولات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں اور آپ کے انتقال کے بعد حضرت فقیہہ الامت جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ واقع چھٹہ مسجد دارالعلوم دیوبند میں جاری تھے وہی معمولات یہاں بھی جاری رہے۔ حسب سابق تراویح میں روزانہ تین تین پاروں کی تلاوت اور ساعات ہوئی۔ دو پھر کو تعلیم اور بعد ظہر ذکر بالبھر ہوتا تھا۔ عصر بعد کتاب مواعظ فقیہہ الامت کی تعلیم ہوتی جو افطار تک جاری رہتی تھی۔ کھجور اور زمزم سے افطار کا

اخبار دارالعلوم

مفتی طارق محمود صاحب

استاذ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کشمیر

خانقاہ محمودیہ میں اعتکاف

رمضان المبارک کا مہینہ نہایت متبرک ہے جو اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمتوں نیز مغفرت اور عنایت کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ پچھلے تقریباً پچس سال سے حضرت فقیہہ الامت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے حکم سے ان کی حیات میں ہی خانقاہ محمودیہ دارالعلوم رحیمیہ بانڈی پورہ کی مسجد میں پورے مہینہ کے اعتکاف کا سلسلہ شروع ہوا اور یہ سلسلہ ابھی بھی جاری ہے الحمد للہ۔ اس سال بھی دارالعلوم رحیمیہ کی مسجد شریف میں اعتکاف کی سنت کو جاری رکھا گیا۔ کیم رمضان سے ہی متولیین کی آمد شروع ہو گئی۔ اس سال رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف کرنے والوں کی تعداد تقریباً ساڑھے بارہ سو تک پہنچ گئی۔ جو معمولات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں اور آپ کے انتقال کے بعد حضرت فقیہہ الامت جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ واقع چھٹہ مسجد دارالعلوم دیوبند میں جاری تھے وہی معمولات یہاں بھی جاری رہے۔ حسب سابق تراویح میں روزانہ تین تین پاروں کی تلاوت اور ساعات ہوئی۔ دو پھر کو تعلیم اور بعد ظہر ذکر بالبھر ہوتا تھا۔ عصر بعد کتاب مواعظ فقیہہ الامت کی تعلیم ہوتی جو افطار تک جاری رہتی تھی۔ کھجور اور زمزم سے افطار کا

مشغول رہنا ایک بہت بڑی اللہ کی نعمت ہے۔ یہ طلبہ ہمارے محسن ہیں ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیے اور اپنے آپ سے ان کو منوس کرنا چاہیے۔ جب طلبہ اساتذہ کرام سے منوس رہتے ہیں تو زندگی میں کوئی بھی فیصلہ اساتذہ کے مشورے کے بغیر نہیں لیتے اور یہ چیز طلبہ کے لئے ان کی علمی لیاقت واستعداد کی روز افزون ترقی کے لئے مدد و معاون ثابت ہوتی ہے۔

موصوف کو اگلی صبح فجر کی نماز کے لئے بھی جامعہ هذا کی مسجد شریف میں امامت کے فرائض انجام دینے کی گزارش کی گئی جس کو انہوں نے قبول فرمایا۔ نماز فجر کے بعد طلبہ سے مہمان موصوف کا خطاب ہوا جس میں انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ایک بانیزدہ نی درس گاہ میں مشق و مرتبی اساتذہ کرام کی نگرانی میں دینی تعلیم حاصل کرنے کا موقع دیا۔ حصول علم کے لئے آپ بہت قربانی دے رہے ہیں۔ اعزہ واقارب سے دور ہیں نیز اس عظیم مقصد کے پیش نظر آپ کے والدین نے بھی بہت بڑی قربانی دی ہے تاکہ آپ دین کے داعی، مبلغ، ناشر اور ان کے لئے باعثِ رفع درجات و نجات بنیں۔ ان سب کے باوجود اگر ہم فائدہ حاصل نہ کریں تو کوتاہ و بد نصیب کہلائیں گے۔ اللہ نے آپ کو ایسے ادارے سے منسلک کیا ہے جو روز اول سے ہی اکابر اور بزرگوں کی توجہات کا مرکز رہا ہے اس کی قدر کرنی چاہیے، اس سے نفع حاصل کریں۔

(۱) اپنی نیت درست کریں۔ علماء پر برتری و فوقيت اور جہلاء سے مباحثہ وغیرہ کی

سامعین طلبہ نظام کو محظوظ فرمایا اور جامعہ هذا کی اکابر سے واپسی کو واشگاف کیا اور تعلیمی نجح کو بھی منشف کیا۔ اس موقع پر مدرسہ شمس العلوم ٹڈھیڑہ کے مہتمم مولانا جمیل احمد صاحب بھی خوش قسمتی سے موجود تھے انہوں نے بھی طلبہ کوئی مفید کلمات و نصائح سے نواز اور طلبہ عزیز کو محنت اور استعداد کی چیختگی پر ابھارتے ہوئے فرمایا کہ: ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے کوئی بھی میدان ایسا نہیں چھوڑا جس میں نمایاں کردار ادا نہ کیا ہو۔ یہ سب تبھی ممکن ہو پا یا جب انہوں نے اپنی تعلیم کے زمانے میں انتہائی جدوجہد کی اور اساتذہ و اسلاف سے اپنا تعلق استوار رکھا، لہذا اس مدرسہ میں رہ کر اپنے تعلیمی اوقات کی خوب خوب قدر کریں، وقت کو ضائع نہ کریں۔

خوش قسمتی سے حضرت مولانا مفتی سید محمد عفان صاحب منصور پوری مدظلہ العالی استاد حدیث جامعہ مسجد امر وہہ مورخہ ۱۹ رشوال المکرّم ۱۴۲۰ھ کو مادر علمی دار العلوم رحیمیہ بانڈی پورہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ موصوف نے جامعہ کی عالیشان اور بلند و بالا مسجد شریف کی فوقانی منزل میں نماز مغرب کی امامت کے فرائض انجام دئے۔ نماز مغرب اور اوابین کے بعد جدید مہمان خانہ میں مدرسہ کے شعبۂ عربی و حفظ و ناظرہ کے اساتذہ کرام کی حضرت موصوف کے ساتھ مختصر مجلس ہوئی جس میں مہمان مکرم کے ساتھ اساتذہ کا طلبہ کی تعلیم و تربیت سے متعلق اہم مذاکرہ ہوا۔ شب و روز اساتذہ و طلبہ کے معمولات کے متعلق تفصیلات بھی گرامی قدر مہمان کو دی گئیں۔ بطور تذکیر کے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ: ریاست جموں و کشمیر ایک خوبصورت ترین خطہ ہے اس میں مضطرب حالات کے باوجود دین کی خدمت میں

اطراف و اکناف میں پہنچا۔ مولانا مرحوم کا بھی علمی اور روحانی فیض کافی وسیع ہے۔ اللہ پاک درجات بلند فرمائے اور امت مسلمہ کو نعم البدل عطا فرمائے۔

۲۔ حضرت مولانا حسان احمد المظاہری خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کا انتقال ہو گیا۔ انا لله و انا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا کا اصل وطن بہار ہے لیکن حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض دیگر خلافائے کرام اور متولین کی طرح حرم شریف کی طرف ہجرت فرمائی اور وہیں پر مقیم ہو گئے تھے۔

۳۔ جمعیۃ علماء ساوتھ افریقہ کے نائب امیر حضرت مولانا محمد ایوب صاحب کا چھوٹی صاحب کی ہمیشہ کا انتقال ہو گیا۔ انا لله و انا الیہ راجعون۔

۴۔ مدرسہ ہذا کے قدیم طالب علم مولوی زبیر احمد بٹھلیس ڈوڈہ حال ٹھنڈی جموں کے والد حاجی محمد امین بٹ صاحب اس دنیا سے انتقال کر گئے۔ انا لله و انا الیہ راجعون۔

۵۔ محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابراہم الحنفی ہردوئی رحمۃ اللہ کے اجل خلیفہ اور حیدر آباد دکن کے بڑے عالم دین جناب مولانا عبدالحنفی صاحب مظاہری ناظم اول مجلس علمیہ حیدر آباد جدہ والے طویل علاالت کے بعد انتقال کر گئے۔ انا لله و انا الیہ راجعون۔ مولانا عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ جناب حافظ سمع اللہ دامت برکاتہم کے والد تھے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور تمام لوحیقین کو صبر جیل عطا فرمائے۔

دارالعلوم رجیہ میں مرحومین کے لئے ایصال ثواب کیا گیا۔
قارئین کرام سے بھی دعاۓ مغفرت کرنے کی استعداع ہے۔

نیت نہ کریں۔ (۲) ساری توجہ اپنے ہدف پر دینی چاہیے۔ استعداد کی مضبوطی ابتدائی درجات میں ہوتی ہے اس کے لئے بھرپور محنت کرنی چاہیے۔

پھر مہمان مکرم نے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا ایک مقولہ ذکر فرمایا: حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو طالب علم تین چیزوں کا اہتمام کرتا ہے اس کی استعداد مستحکم ہوگی۔ (۱) مطالعہ کا التزام (۲) پوری توجہ کے ساتھ اس باقی میں حاضری (۳) تکرار۔

آخر میں تمام طلبہ کو مناسب طلب کر کے فرمایا کہ: ان تمام چیزوں سے بچیں جو طلب علم کی راہ میں رخنہ و رکاوٹ پیدا کرتی ہیں، غیر علمی مشاغل سے سو فی صد اجتناب کریں جن کا آج بہت شیوع ہو چکا ہے۔ مولانا موصوف کے نصائح سے طلبہ کافی مستفید اور متاثر ہوئے۔

وفیات

از: مولانا فیاض احمد صاحب قاسمی

استاذ دارالعلوم رجیہ بانڈی پورہ کشمیر

۱۔ ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد اختر حسن صاحب کاندھلویؒ کا سو برس کی عمر میں انتقال ہو گیا۔ انا لله و انا الیہ راجعون۔ موصوف حضرت مولانا شاہ عبدال قادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز تھے۔ کاندھلہ کے ان خاندان سے تعلق رکھتے تھے جن کی خدمات کا سلسلہ عرصہ دراز پر محیط ہے جس کے دور قریب کے مشہور و معروف محدث و ولی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا علمی اور روحانی فیض عالم کے